Tauseeq, Volume. 3, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v3i1.30

Received: 26-05-2022
Accepted: 27-02-2022
Published: 30-06-2022

جدید اُردو شاعری پر دہشت گردی اور انتہاپسندی کے اثرات

(Impacts of Extremism and Terrorism on Modern Urdu Poetry)

ڈاکٹر نقیب احمد جان*
ڈاکٹر منزہ مبین**

Abstract:

Extremism mingles over the globe as a result of restlessness and hatred amongst the nations and sects. Preferences change and the human being faces its destroying effects. Each and every single man is affected by extremism in human societies. Among them the poets are the people who feel things at the earliest and reflect them in their poetic works. These reflections survive and become a part of languages, literatures and cultures. A fund of words, vocabulary, similes and metaphors take place in each and every extraordinary incident. Contemporary world is the victim of extremism. Any extreme thought process, action or attitude other than the balanced is known as extremism. Balanced behaviour and attitude play a key role in the fulfillment of desired actions. The imposition of any set of belief, values and attitude leads to the multiplication of extremism and it is so poisonous that it leads to the destruction of whole human society. History is repeating itself as extremism is once again pushing the globe towards ignorance and the darkness of the dark. Asia and particularly the subcontinent is the prime victim of extremism. Poet of this region has never turned a blind eye to the depiction of this havoc. Extremism has led to the emergence of new words, similes, metaphor and other figures of speech. Which are to be a part of the language and literature and to be survived? These words will be analyzed and discussed in a new getup and meanings as similes and metaphors of extremism used by poets and writers of this era. As a

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبۂ اردو، ویمن یونی ورسٹی صوابی
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، ویمن یونی ورسٹی صوابی

result of this research new words and figures of speech will be illustrated which are thoroughly used and are in practice by contemporary poets? The methodology used in this research will be both comparative and quantitative. As a result, this article will give glimpses of impacts of extremism on the modern Urdu poetry.

Keywords: Extremism, Modern Urdu Poetry, Subcontinent, Terrorism

حضورِ پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا خیر الامور اوسطھا۔ یعنی بہترین کام میانہ روی والا ہے۔ اس عالمِ آب و گل میں ہر وہ کام جو میانہ روی کو چھوڑ کر کیا جاتا ہے اکثر نقصان کا باعث بنتا ہے۔ انتہا پسندی کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ ہر وہ کام جو متوازن روش کو چھوڑ کر کیا جاتا ہے انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ انتہا پسندی ہر غیر متوازن عمل کا نام ہے۔

تاریخِ انسانی شاہد ہے کہ ہر دور میں انتہا پسندی کسی نہ کسی صورت میں موجود رہی ہے۔ کہیں یہ انتہا پسندی سکندر اعظم کو ہوسِ ملک گیری پر ابھارتی ہے تو کہیں یہی انتہا پسندی ہی ہوتی ہے جو چنگیز خان کو لوگوں کے سروں کے مینار اٹھانے پر لگا دیتی ہے۔ اسی انتہا پسندی کے زیرِ اثر بھائی بھائی کا خون کرنے سے گریز نہیں کرتا، یہی انتہا پسندی ہوتی ہے جو معصوم بچوں کی جانیں لینے پر ابھارتی ہے۔ یہی انتہا پسندی کی لعنت ہے جو ایک قوم کو دوسری قوم کی نسل کشی پر مجبور کرتی ہے اور یہی انتہا پسندی ہی ہے جو ماحول اور فطرت کا ستیاناس کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اسی انتہا پسندی ہی کے زیرِ اثر ذخیرہ اندوزی اور کم ناپ تول کی لعنت ابھرتی ہے تو اسی انتہا پسندی ہی کی بدولت رشوت اور کرپشن کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ انتہا پسندی کسی ایک قوم یا کسی ایک زمانے سے متعلق نہیں بلکہ یہ ہر دور اور ہر قوم میں موجود رہتی ہے۔ کہیں مذہبی انتہا پسندی کی صورت میں، کہیں سیاسی انتہا پسندی کی شکل میں تو کہیں سیکولر انتہا پسندی کے قالب میں۔ تاہم دورِ حاضر میں انتہا پسندی کے معنی ہی بدل گئے ہیں اور انتہا پسندی کو دہشت گردی کا مترادف لفظ ٹھہرا کر خصوصی طور سے ان مسلمانوں کو جو اپنے دین پر سختی سے کاربند ہیں انتہا پسند کہا جاتا ہے۔ حالانکہ دین پر سختی سے کاربند ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ مذکورہ انسان دہشت گرد بھی ہے۔ دورِ حاضر میں انتہا پسندی اور پھر اس کے نتیجے میں دہشت گردی ایک اٹل حقیقت بن چکی ہے۔ جس کے نتیجے میں روزانہ ہزاروں کی تعداد میں انسان لقمۂ اجل بنتے جا رہے ہیں۔ ان میں بچوں، بوڑھوں اور خواتین کی کوئی تخصیص نہیں۔

انتہا پسندی اور پھر اس کے نتیجے میں رونما ہونے والی دہشت گردی کے ثمرات کے طور پر روزانہ خود کش دھماکوں، ٹارگٹ کلنگ، ڈرون حملوں، کیمیاوی اسلحوں کے استعمال اور دوسرے ذرائع سے انسانیت کے بہیمانہ قتلِ عام کا جاگتی آنکھوں سے نظارہ کرنے والا ادیب اور شاعر اس سے لازمی طور سے متاثر ہو گا اور اس کے اثرات اس کی تخلیقات میں نظر آئیں گے۔

دورِ حاضر میں ایشیا اور پھر خاص طور سے پاکستان انتہا پسندی اور دہشت گردی کی جس لہر کی لپیٹ میں ہے اس کا اثر پاکستان کی علاقائی زبانوں کے شعر و ادب کے ساتھ ساتھ پاکستان کی قومی زبان اردو کے شعر و ادب پر بھی پڑ تا جا رہا ہے۔ اور اردو شاعری میں نئے الفاظ، محاورات، تشبیہات و استعارات اور نت نئے اندازِ بیان متعارف ہو رہے ہیں۔ اس انسانی قتلِ عام کی ایک جھلک انور شعورؔ کے اس شعر میں دکھائی دیتی ہے۔

بھاگتے کتے نے اپنے ساتھی کتے سے کہا
بھاگ ورنہ آدمی کی موت مارا جائے گا[1]

مذکورہ شعر میں "کتے کی موت مرنا" محاورے میں تحریف کرکے " آدمی کی موت مرنا" کر دیا گیا ہے۔ اس معمولی تحریف سے انسانی دنیا میں برپا خونریز حالات اور ان کے نتیجے میں انسانیت پر اس کے خونچکاں اثرات کا بہ خوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ قاری سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ انسان کیا اتنا گر گیا ہے کہ کتا انسانی کی موت نہیں مرنا چاہتا۔ یہاں آکر قرآنِ عظیم الشان کی اس آیت کی طرف انسان کا ذہن خود بہ خود چلا جاتا ہے کہ

> لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم * ثم رددنٰہ اسفل السٰفلین * یعنی: بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں بنایا ہے۔ پھر ہم نے اسے پست سے پست تر حالت میں لوٹا دیا ہے۔[2]

یہ اعتدال اور توازن والی ساخت ہی ہے جو انسان کو انسانیت کے اعلیٰ درجے پر فائز کرتی ہے اور جہاں کہیں بھی اس اعتدال اور توازن سے روگردانی کی جاتی ہے انسان پست سے پست تر حالت میں گر جاتا ہے۔ گراوٹ کی عمیق گہرائیوں میں جا پہنچتا ہے اور پھر انسان کی پستی اور گراوٹ کی انتہا اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ کتا اپنے ساتھ بھاگنے والے ساتھی کتے سے کہہ رہا ہے کہ بھاگ ورنہ آدمی کی موت مارا جائے گا۔ یہ وہ مقام ہے کہ انسان کو اپنے اعمال و افعال پر نظرِ ثانی کی دعوت دی جا رہی ہے۔ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے اس کی پیدائش کا فیصلہ سن کر ایک خدشے کا اظہار کیا تھا کہ یہ زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔ یہ ایسا خدشہ تھا کہ آج کے دور کا انسان اس کو سچ ثابت کرنے پر تُلا ہوا ہے اور خود اسی فساد اور انتہا پسندی کا مظہر بن کر پوری دنیا کو فساد و انتہا پسندی کے دلدل میں گراتا جا رہا ہے۔

اس گراوٹ و پستی کے مارے ہوئے انسان کے ہاتھوں ہونے والے فسادات اور خونریزی کو دیکھنے والا شاعر ان مناظر کو اپنی تخلیقات کا حصہ بناتا جارہا ہے۔ عرفان ستارؔ اپنی نظم 'بے مصرف اور بے قیمت' انتہا پسندی کے نتیجے میں انسانی خون اور زندگی کی ارزانی کے ساتھ ساتھ اس احساس کا نہایت خوبی سے تذکرہ کرتا ہے جو ان مرنے والوں کے ارمانوں کا خون ہوتے دیکھ کر سسک رہا ہے اور جوان ارمانوں اور خوابوں کے ادھورا رہ جانے پر اشک بہ داماں ہے، کہتے ہیں

لاشیں سب اٹھوائی گئی ہیں
جتنے زخمی تھے ان کو امداد فراہم کر دی گئی ہے
جسموں کے بکھرے اعضاء اب وہاں نہیں ہیں، جہاں پڑے تھے
سب کچھ ویسا ہے جیسا اس بم کے پھٹنے سے پہلے تھا
البتہ مرنے والوں کے ٹوٹے ہوئے ارمانوں کا اک ڈھیر ابھی تک وہیں پڑا ہے
جھلسے ہوئے اور مسخ شدہ خوابوں کا انبار لگا ہے
ارمانوں اور خوابوں کا کیا کر سکتے ہیں ہم
ان کو دفنانے کے بارے میں بھی کوئی حکم نہیں (3)

انتہا پسندی کا عمل اور اس کے نتائج اتنے ہی پرانے ہیں جتنی کہ خود تاریخِ انسانی لیکن جس طرح آج انتہا پسندی ایک معروف و مشہور اصطلاح بن گئی ہے اس طرح پہلے کبھی نہ تھی۔ اس اصطلاح کو چار دانگ مشہور و معروف کرنے کا سہرا 11/9 کے واقعے کے سر ہے۔ اس بحث سے قطع نظر کہ آیا یہ ایک مذہبی انتہا پسندی تھی یا پھر سیاسی لیکن اس کے تباہ کن اثرات دنیا کی بہت ساری قومیں اس دن سے لے کر آج تک بھگت رہی ہیں۔ اس واقعے کو جوہرؔ میر کی نظر سے دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ اس وقت وہ اس واقعے اور اس کے دنیا پر مرتب ہونے والے اثرات کو کس نظر سے دیکھ رہا تھا۔ وہ لکھتے ہیں

عمارت اپنے پاؤں پر گری ہے
تو مٹی سارے گاؤں پر گری ہے
کئی چہرے چمکتے بجھ گئے ہیں
وہ اپنی کہکشاؤں پر گری ہے
اندھیرے ٹوٹ برسیں گے جوہرؔ
کوئی بجلی گھٹاؤں پر گری ہے (4)

غزل کے ان تین اشعار میں وہ علامتی انداز میں اس واقعے اور اس کے مرتب ہونے والے اثرات کے حوالے سے کہتا ہے کہ عمارت اپنے پاؤں پر ڈھے گئی لیکن اس کی مٹی سارے گاؤں (گلوبل ویلج) یعنی پوری دنیا پر گری ہے اور اس کی مٹی سے پوری دنیا گرد آلود ہو گئی ہے۔ اب اندھیروں کا راج ہو گا کیونکہ چکا چوند پیدا کرنے والی بجلی کی چمک کے بعد آنکھیں دیر تک دیکھنے کی قابل نہیں رہتیں۔ اور ان کی اس پیش گوئی کو آج ساری دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ اس واقعے کے بعد دنیا کے منظر نامے پر نت نئے واقعات آئے دن رونما ہو رہے ہیں جن کا کوئی نہ کوئی سرا کسی نہ کسی انتہا پسندی کے خاروں میں جا اٹکتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو دنیا کا نیا منظر نامہ ابھرا، اس میں نت نئی باتیں زبانِ زدعام ہو گئیں۔ اور اس کے اثرات بغیر کسی تخصیص کے تمام انسانوں پر ایک طرح سے پڑنے لگے نہ کوئی بچہ ان اثرات سے محفوظ رہا نہ کوئی بوڑھا اور نہ جوان، حتیٰ کہ خواتین تک کو نہیں بخشا گیا۔ انتہا پسندی کا کوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق کسی مذہب سے ہے یا نہیں، اس بحث سے ماورا انتہا پسندی کے اثرات ہر مذہب کے لوگوں کو بھگتنے پڑ رہے ہیں۔ ہر غیر متوازن رویہ انتہا پسندی ہے اور غیر متوازن رویہ یا سلوک کسی بھی مذہب، کسی بھی قوم یا کسی بھی فرد کا ہو وہ غیر متوازن رویہ ہے اور انتہا پسندی پر محمول ہو گا۔ انتہا پسندی کے یہ اثرات جو بلاواسطہ نسلِ انسانی پر مرتسم ہو رہے ہیں ان میں تمام طبقات کے ساتھ ساتھ ادیبوں اور شاعروں کا طبقہ بھی متاثر ہوتا ہے اور ہوتا آرہا ہے۔ شاعر اپنے احساسات، جذبات و مشاہدات کو زبان دیتا ہے اور ہم اس کے آئینے میں اپنے آپ، اپنے معاشرے اور اس کے معتدل و متوازن یا غیر معتدل و متوازن رویوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ شاعری کا رمزیہ رہا ہے کہ بات اشاروں، کنایوں، استعارات، تشبیہات اور تلمیحات وغیرہ کے لبادے میں کی جاتی ہے۔ ان علامتوں کو جوہرؔ میر کی غزل کے ان اشعار میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

عجب شعلہ یہاں دیکھا گیا ہے
فضا سے بھی دھواں دیکھا گیا ہے
بلندی سرنگوں دیکھی گئی ہے
پریشاں آسماں دیکھا گیا ہے
نہیں دیکھا گیا جو دیکھنا تھا
فقط سود و زیاں دیکھا گیا ہے(5)

مادیت کا مارا یہ جہاں وہ کچھ نہیں دیکھتا جو اس قسم کے واقعات دکھاتا ہے باقی بہت کچھ دیکھ لیتا ہے۔ غزل کے ان اشعار میں جوہرؔ میر نے جو نوحہ پڑھا ہے وہ پوری انسانیت کا نوحہ ہے، بلکہ پوری کائنات کا نوحہ ہے کہ وہ دھواں جو یہاں سے اٹھا ہے وہ شعلے جو یہاں بھڑکے ہیں ان کے اثرات پوری دنیا تو کیا کہ فضاؤں پر بھی پڑنے والے ہیں۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کو غزل کی رمز وایمائیت، اس کے تلازموں، استعارات و تشبیہات میں برپا ہونے والے انقلاب کو ڈاکٹر زبیدہ ذوالفقار اس نظر سے دیکھتی ہیں

> ٹریڈ سنٹر سے اٹھنے والی آگ نے جب بے گناہ اور امن پسند مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو دہکتے ذہنوں، سلگتے جسموں اور تشنہ سوچوں کے باطنی کرب سے شاعر کا حساس ذہن کیسے محفوظ رہ سکتا تھا۔ اس کی نوکِ خامہ وحشت کی زبان بن گئی۔ رمز و ایما کے معنی بدل گئے، تشبیہ اور استعارے کے تلازمے تبدیل ہو گئے۔(6)

آگے جا کر وہ لکھتی ہیں:

> محبوب اور حسنِ محبوبی کی جگہ انسانیت سوز ظلم و ستم نے لے لی۔ ہجر و فراق کی لذت آفرین چبھن ہجرتوں کے درد اور پیاس میں تبدیل ہو گئی۔ عاشق کی دلنواز ہنسی کی لے دھماکوں کے شور میں دب کر دم توڑ چکی(7)

غزل میں دھواں عاشق کی دودِ آہ کی صورت میں ملا کرتا تھا۔ بارود کے دھوئیں کا تذکرہ غزل کے مزاج سے میل نہیں کھاتا لیکن دورِ حاضر کے حالات نے غزل کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ اپنے دامن میں دھوئیں کو عاشق کی دودِ آہ کے استعارے کے طور پر نہیں بلکہ بارود کے تباہ کن اور ثقیل دھوئیں کی صورت میں جگہ دے۔ بارود اور اس کے تباہ کن اثرات کے حوالے سے سوات کے نوحے کی صورت میں احمد فواد کی نظم 'سوات زخموں سے نڈھال' کا ایک بند یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں

" ہے زمیں بارود سارا آسماں بارود ہے
پہلے کیا تھا بھول جاؤ اب یہاں بارود ہے
جس جگہ یہ مسکرایا گھر کا گھر بھک سے اڑا
میری بربادی کی ساری داستاں بارود ہے
ایک اک کرکے وہ ساری بولیاں چپ ہوگئیں
اب یہاں گویا فقط آتش زباں بارود ہے
ہے فضا مغموم ساری یہ ہوا مسموم ہے
جس کے دیوانے تھے سارے وہ سماں بارود ہے

دیکھ کر آگے چلیں خود ندّیاں پگڈنڈیاں
جاننا ممکن نہیں ہے یاں کہاں بارود ہے"(8)

ان کے ہاں بھی بارود کے تباہ کن اثرات نہ صرف یہ کہ انسانوں کے لیے ہیں بلکہ انسانوں اور حیوانات کے ساتھ ساتھ وہ تلقین کرتے ہیں کہ ندیاں اور پگڈنڈیاں بھی اگر اپنی خیر چاہتی ہیں تو راستہ دیکھ کر چلیں کیونکہ کسی کو بھی نہیں معلوم کہ کہاں بارود ہے اور اس کے تباہ کن اثرات انہیں بھی لے ڈوبیں گے۔

اسی نظم میں آگے جا کر وہ لکھتے ہیں:

"پڑ رہی ہے ایسی ہر جانب سے مار
ہے یہ دامن تار تار
دھول بن کر اڑ رہا ہے سب وہ پھولوں کا دیار

قریہ قریہ قصبہ قصبہ خون میں لت پت پڑا ہے آج کل

ندیاں کیوں گنگ ہیں پھولوں کے ڈیرے کیا ہوئے
سوات زخموں سے نڈھال
گولیوں کی سنسناہٹ کتنے ہونٹوں کا تبسم کھا گئی
آہنی گولوں کی ظالم گڑگڑاہٹ سے کہیں
نغمہ ریزی میں سدا مصروف دریا چل بسا
سوات زخموں سے نڈھال۔۔۔۔
سر کٹی لاشوں نے ان چوکوں کا ماضی کھا لیا
گولیوں کی تڑتڑاہٹ آسمانوں تک گئی
اپنے سوئے پاسبانوں تک گئی
کوچہ کوچہ گھوم پھر کر
موت کے قدموں نے سارے شہر کو اپنا لیا
سوات زخموں سے نڈھال"(9)

پھولوں کے دیار میں پھولوں کی جگہ گولیوں کی فصلیں بوئی جارہی ہیں۔ جنگ کا سماں اور دہشت آمیز مناظر انسانیت کا مقدر بن چکے ہیں ہر طرف ایک بے یقینی اور بداعتمادی کی فضا ہے۔ چھری بھی دہشت، خوف اور ڈر کی ایک علامت بن چکی ہے۔ سوات آپریشن سے پہلے کے حالات میں چھری ایک ایسے خوف کی علامت تھی کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہ خوف اور دہشت کا سماں راقم کی ایک مختصر سی استفہامیہ نظم 'چھری' میں جھلک رہا ہے۔

آج یہ سورج کیوں تھر تھر کانپ رہا ہے؟؟؟
کیا
کوئی شدّت پسند۔۔۔
کوئی دہشت گرد۔۔۔
اس کی گردن پر بھی
چھری پھیرنے والا ہے؟؟؟؟(10)

اسی انتہا پسندی اور پھر اس انتہا پسندی کے نتیجے میں برپا ہونے والی تباہی و بربادی اور فساد کے ضمن میں راقم کی 'فساد' کے عنوان کے تحت ایک اور نظم سے چند سطور ملاحظہ ہوں۔

کوچہ کوچہ گلی گلی
فساد برپا ہے
بات کچھ بھی نہیں بنتی فساد برپا ہے
فساد برپا ہے ہر سمت
اجڑتے گھر گرتے مکان دیکھتا ہوں میں
ٹوٹے فصیل
سہمے لوگ
ہر اک سمت میں پاتا ہوں میں(11)

شاید قدرت اب عالمِ انسانیت کا مقدر بدلنے کے لیے اس دنیا کے زمامِ کار کسی اور مخلوق کے ہاتھ میں دینے کا سوچ رہی ہو۔ کیونکہ انسانیت نے بہیمیت کی انتہا کر دی ہے۔ سر کٹی لاشیں انسانیت کی تذلیل کی زندہ مثالیں بنتی جارہی ہیں۔ جگہ جگہ دھماکوں کے بعد انسانوں کے بکھرے اعضاء سفاکی اور بربریت کی نت نئی داستانیں سنا رہے ہیں اور آج کا شاعر ان مناظر کی عکاسی کرکے انسان کو انسانیت سوز افعال پر سوچ و فکر کی دعوت دے رہا ہے۔ انور سدید کے الفاظ میں

جہاں کے تیز تیور ہو چکے ہیں
مگر ہم ان کے خوگر ہو چکے ہیں
گلی کوچوں پہ خاموشی ہے طاری
یہاں کے لوگ پتھر ہو چکے ہیں
نہ جانے کس زمیں سے ہو کے گزرے
کہ سب دریا سمندر ہو چکے ہیں
کہاں جائیں کھڑے یہ سوچتے ہیں
کہ ہم دوبارہ بے گھر ہو چکے ہیں
لکھا کرتے تھے جو حرفِ محبت
قلم اب ان کے خنجر ہو چکے ہیں[12]

سب سے بڑا دکھ یہ ہے کہ شاعر جو امن و آشتی اور محبت کا پیامبر تھا اور اس کی نوکِ قلم پر محبت کے افسانے ہوا کرتے تھے اب اس کا قلم خنجر بن چکا ہے جس سے روشنائی کی جگہ خون کی بوندیں ٹپکتی ہیں اور امن و آشتی اور محبت کے افسانوں کی جگہ ظلم و بربریت، قتل و غارت، دھوئیں، بارود، خودکش، سر کٹی لاشوں، ڈرون حملوں، توپوں، ٹینکوں اور میزائلوں کے تذکرے ٹپکتے ہیں۔ سجاد بابر کی نظم 'مجھے تو اس پہ خفت ہے' بم دھماکے، میزائل یا ڈرون حملوں کے تناظر میں لکھی گئی ایسی نظم ہے کہ آخری مصرعے میں قاری کو چونکا دیتی ہے۔ لکھتے ہیں:

بھرا سا ایک کمرہ ہے
جہاں میں بیٹھا ہوں
پشت پر اشجار ہیں، پودے بھی ہیں
پھولوں بھری دیوار بھی ہے
فرصت کے دن بھی ہیں
چلو مانا مجھے لکھنا ذرا سا آ گیا ہے
مجھے تو اس پہ خفت ہے کہ میں نے
وہ نہیں لکھا جسے لکھنے سے
میرا گھر،
مرا کمرہ، مری دیوار اور اشجار

سارے وجد میں آتے
نہیں تو بھک سے اڑ جاتے (13)

انسان کی لگائی ہوئی اس آگ میں نہ صرف یہ کہ انسانیت اشک بداماں و نالہ بہ لب ہے بلکہ اس کے ساتھ حیوانات، نباتات و جمادات کی بھی قسمت پھوٹ گئی ہے سجاد بابر کی نظم میں پھولوں اشجار اور پودوں کے بھک سے اڑ جانا اور پھر ڈاکٹر فقیرا خان فقری کے ہاں غزل کے اشعار میں پتھروں کا رونا اسی علامتی انداز میں آج کی ہولناکیوں کا نوحہ ہے۔

فقری لکھتے ہیں:

دل پر عجب گزر گئی صدقے نصیب کے
ٹوٹے غموں کے بوجھ سے تختے صلیب کے
بے درد کی ستم گری جب حد سے بڑھ گئی
ٹکرا گئے خدائی سے آنسو غریب کے
انسان تو نہیں کوئی پر لاش لاش پر
روتے ہیں پھوٹ پھوٹ کے پتھر قریب کے (14)

ان کربناک مناظر اور آئے دن رونما ہونے والے واقعات کو نئے انداز سے نصیر احمد ناصر اس طرح نظم کا پیراہن پہناتے ہیں:

کہو تم کہاں ہو
مرے دل کے سورج کہاں ہو
یہاں شب کی وحشت
ہر اک ٹی وی چینل پہ منظر کشا ہے
کہیں کوئی کتا کسی لاش کو کھا رہا ہے
کہیں کوئی قیدی برہنہ کھڑا ہے
کہیں کوئی خودکش دھماکا ہوا ہے (15)

اگر مثالوں پہ آجائیں تو دفتر کے دفتر بھر جائیں یہ بحث ختم نہ ہو۔ مختصر یہ کہ انتہا پسندی اور اس کی آڑ میں جنم لینے والی دہشت گردی نے انسان کو انسانیت سوز افعال پر ابھارا ہے۔ مذہبی انتہا پسندی ہو، سیاسی انتہا پسندی ہو یا پھر سیکولر انتہا پسندی، ہر صورت میں قابلِ

مذمت ہے اور جدید اردو شعراء نے دل کھول کر ہر صنفِ شعر میں اس قابلِ مذمت صورتحال کی مذمت کی ہے۔ ان حالات اور صورت حال کے منظر نامے میں اردو شاعری میں جو نئے اندازِ بیان، علامات، تشبیہات، استعارات، کنایے اور دوسرے رموز و علائم نئے معنوں کے ساتھ جلوہ گر ہوگئے ہیں ان میں بارود، دھواں، خون، دہشت، بربریت، خود کش، فوجیں، طالبان، ٹینک، چھری، خنجر، بمبار، ڈرون، گن شپ، کرفیو، چوکیداری، سر کٹی لاش، گاؤں، شہر، حاکم، عوام، مخلوق، خدا، خدائی۔ غرض بے شمار ایسے الفاظ ہیں جن کے موجودہ حالات کے تناظر میں معنی اور استعمال ہی بدل گیا ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر اگر کسی نظم میں بارود کا ذکر آتا تو ہولناکی کے یہ مناظر جو آج کل ہر کسی کی آنکھوں کے سامنے ہیں اس ذکر سے کسی بھی صورت ذہن میں نہیں آسکتے تھے جیسے آج نہ صرف ہر ذی فہم و فراست عاقل انسان بلکہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے ذہنوں میں ابھرتے ہیں۔ اس سے پہلے چھری کا ذکر اگر آتا تو اس کے ساتھ سر کٹی لاش کا تصور کوئی بھی نہیں کرپاتا تھا۔ بلکہ چھری کا استعمال اتنے سفاکانہ انداز سے بہت ہی کم انسانوں کے ذہن میں رہا ہوگا جو کہ آج ہر انسان کے ذہن پر مرتسم ہے۔ خود کش لفظ بہ ذاتِ خود ایک ایسے دہشت کا سماں اپنے اندر لیے ہوئے ہے کہ اس میں نہ صرف خود کش بمبار کے اعضاء فضا میں بکھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بارود کے شعلے، دھوئیں اور گرد و غبار کے بادلوں، گرتی عمارتوں، فضا میں بلند ہوتی گاڑیوں اور اردگرد موجود تمام اشیا کی لمحوں کے اندر تباہی کے مناظر ایک لمحے میں نگاہوں میں پھر جاتے ہیں۔

مقالے کی طوالت کے ڈر سے مزید حوالوں اور مثالوں سے گریز کرتے ہوئے راقم تمام انسانوں سے اپیل کرتا ہے کہ انتہا پسندی کی آڑ میں انسانیت کی جس طرح تذلیل ہو رہی ہے اس کے تدارک کے لیے جس کا جتنا بس چلے اتنا کچھ کرتا جائے۔

حوالہ جات

1. نوشین توقیر، پاکستانی اردو افسانے پر 11/9 کے اثرات، مشمولہ: پاکستانی زبان و ادب پر 11/9 کے اثرات، ادارہ ادبیات اردو، فارسی و لسانیات، جامعہ پشاور، تعاون؛ ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان، ۲۰۱۰ء، ص ۱۰۷
2. القرآن، سورۃ التین، آیت نمبر ۵، ۴، عرفان القرآن، مترجمہ: ڈاکٹر طاہر القادری، ص ۱۰۲۵
3. عرفان ستار، "بے مصرف اور بے قیمت"، مشمولہ: دنیازاد، کراچی، اکتوبر ۲۰۰۹ء، ص ۱۰۸
4. جوہر میر، سہ ماہی زاویہ (جوہر میر نمبر) نیویارک، زاویہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶، ص ۴۳
5. ریاض مجید، ڈاکٹر، 11/9 کے اردو غزل پر اثرات، مشمولہ: پاکستانی زبان و ادب پر 11/9 کے اثرات، ادارہ ادبیات اردو، فارسی و لسانیات، جامعہ پشاور، تعاون؛ ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان، ۲۰۱۰ء، ص ۱۴

6. زبیدہ ذوالفقار، ڈاکٹر، اردو غزل پر 11 / 9 کے اثرات، مشمولہ: پاکستانی زبان وادب پر 11 / 9 کے اثرات، ادارہ ادبیات اردو، فارسی ولسانیات، جامعہ پشاور، تعاون؛ ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان، ۲۰۱۰ء، ص ۲۲
7. ایضاً، ص ۲۲
8. احمد فواد، سوات زخموں سے نڈھال؛ مشمولہ، ماہنامہ شعور، فضل ربی راہی، سوات مارکیٹ منگورہ سوات، شمارہ مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۳۰
9. ایضاً، ص ۳۰
10. جان، نقیب احمد، ڈاکٹر، احساس، جان کتاب کور کبل سوات، ۲۰۱۰ء، ص ۷۰
11. ایضاً، ص ۵۳
12. انور سدید، ماہنامہ شام وسحر، لاہور، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰
13. سجاد بابر، مجھے تو اس پہ خفت ہے، مشمولہ: فنون، لاہور، شمارہ ۱۲۵، مئی۔اکتوبر ۲۰۰۳ء ص ۱۰۳
14. فقری، فقیرا خان، ڈاکٹر، کشتیاں ہم بھی جلا سکتے ہیں، روزنامہ آزادی سوات، مورخہ ۲۸ نومبر ۲۰۱۵ء
15. نصیر احمد ناصر، سہ ماہی موتناج، لاہور، شمارہ ۵، اپریل تا جون ۲۰۰۸ء ص ۱۳۹، ۱۳۸

References

1. Noshin touqeer, Pakistani urdu afsaanay par 11 / 9 ke asraat, mashmoola: Pakistani zabaan o adab par 11 / 9 ke asraat, idaara adbiyat urdu, farsi o lasaniat, jamea Peshawar , taawun ؛ haier education commission Pakistan , 2010ء, p107
2. 2. al quran, surah alteen, aayat number, Urfan al quran, tarjuma: dr tahir al-qadri, 1025
3. 3. Urfan sitaar," be masraf aur be qeemat ", mashmoola: duniya zaad, Karachi , october 2009ء, p.108
4. 4. johar Meer , sah mahi zavia (johar Meer number) New York, zavia pbli kishnz, 2006 p. 43
5. Riaz Majeed , dr, 11 / 9 ke urdu ghazal par asraat, mashmoola: Pakistani zabaan o adab par 11 / 9 ke asraat, idaara adbiyat urdu, farsi o lasaniat, jamea Peshawar , taawun ؛ haier education commission Pakistan , 2010, p 14

6. Zubaida Zulfiqar , dr, urdu ghazal par 11 / 9 ke asraat, mashmoola: Pakistani zabaan o adab par 11 / 9 ke asraat, idaara adbiyat urdu, farsi o lasaniat, jamea Peshawar , taawun ؛ haier education commission Pakistan , 2010, p. 22
7. Ibid, p.22
8. 8. Ahmed Fawad , swat zakhamo se Nadhaal mashmoola, mahnamh shaoor, fazl rabbi raahi, swat market Mingora swat, shumara March 2010, p.30
9. Ibid, p30
10. Jan, Naqeeb Ahmed , dr, ehsas, jaan kitaab cover qabal swat, 2010, p. 70
11. Ibid, p53
12. 12. anwar Sadid , mahnamh shaam o sehar, , Lahore , urdu bazaar Lahore , 2008, p. 10
13. sajjad Babar , mujhe to is pay khaft hai, mashmoola: fanoon, Lahore , shumara, 125, May –October, 2003, p. 103
14. Fikre, fqira Khan, dr, kashtiyan hum bhi jala satke hain, roznama azadi swat, morkh_h 28 November 2015.
15. Naseer Ahmed nasir, sah-mahi Moontaj, Lahore , shumara ?, April taa June 2008, p. 138, 139